ملّت اسلامیہ کا بحران

امام خمینیؒ کے الٰہی وسیاسی وصیت نامہ کی روشنی میں

ایک مطالعہ

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین
شعبہ تاریخ وثقافت، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ۶۲۲ء میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس کی بنیاد جمہوری نظام اور سماجی برابری پر تھی۔ آپ نے ۶۳۲ء تک مسلمانوں کی تربیت اسی نظام کے تحت فرمائی۔ ۶۳۲ء میں آپ کی رحلت کے بعد خلافت کا سلسلہ وجود میں آیا جو بہت کم مدت یعنی ۶۶۱ء تک انہیں بنیادوں پر قائم رہا۔ لیکن ۶۶۱ء میں حضرت علیؑ، جو آخری خلیفہ تھے کی شہادت کے بعد معاویہ نے اسلامی حکومت وخلافت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قاعدے کے خلاف اپنی ملوکیت کا اعلان کردیا اور اس کے بعد اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کردیا۔ بس یہیں سے اسلامی حکومت نظام کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ اور موروثی ملکوکیت کی بنیاد پڑگئی۔ شروع میں مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ معمولی سی تبدیلی ہے جس سے اسلام کی روح متاثر نہیں ہوگی لیکن ملوکیت نے، جو جاگیردارانہ اور زمیدارانہ نظام پر مبنی تھی مختصر سی مدت میں جمہوری نظام میں ایسی بنیادی تبدیلیاں پیدا کردیں کہ وہ پوری طرح نابود ہوگیا۔ حکومتی نظام کی تبدیلی نے اس دور کی ثقافتی، سماجی اور مذہبی زندگی پر غیر معمولی اثرات مرتب کئے۔ اس بدلے ہوئے نظام نے علماء اور صوفیا کی سمجھ اور فکر کو بھی متاثر کیا جس کے نتیجے میں علماء کی ایک بڑی تعداد اس ملوکانہ جاگیردارانہ اور زمینداراانہ نظام کی وکیل بن گئی۔ حد یہ ہوئی کہ آل رسولؐ

بھی یعنی سادات عظام کی بھی ایک بڑی تعداد جاگیردارانہ اور زمیندارانہ نظام کا حصہ بن گئی جبکہ جاگیرداری یا زمینداری نہ تو سنت رسول تھی اور نہ ہی ائمہ اثنا عشر علیہم السلام نے اس کو اپنایا تھا۔

مولانا ضیاء الدین برنی جو چودھویں صدی عیسوی کے مورخ اور سیاسی مفکر گذرے ہیں اپنی کتاب ''فتاویٰ جہانداری'' میں لکھتے ہیں کہ اب سیاست میں اسلامی قوانین کی پابندی ناممکن ہے اس لئے کہ بغیر ایرانی سیاست کے حکومت کا قائم وجاری رکھنا ناممکنات سے ہے۔ اس رائے میں وہ تنہا نہیں ہیں بلکہ علماء کی ایک بڑی تعداد بھی اسی رائے کہ حامی ہے۔ علماء کی اکثریت نے اپنے آپ کو سلاطین بادشاہوں جاگیرداروں اور زمینداروں سے منسلک کرلیا۔ جبکہ صوفیاء کی اکثریت نے اپنے آپ کو سلاطین سے دور ہی رکھا۔ ہندوستان میں سنی علماء نے سیاست پر اپنی سمجھ کے مطابق لکھا بھی لیکن شیعی علماء نے تو سیاست کا لفظ بھی اپنے علمی کارناموں میں نہ آنے دیا جس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شیعی علماء کی سمجھ وفکر کے مطابق اسلام کی کوئی سیاسی فکر تھی ہی نہیں۔ شیعی علماء کی اکثریت نے بھی اپنا الحاق نوابوں، جاگیرداروں، تعلقہ داروں اور زمینداروں سے کرلیا۔ ہندی علماء کی اسلامی سیاسی فکر یا نظریہ سیاست پر پہلی مدلل کتاب ہندوستانی عالم جو بعد میں پاکستان چلے گئے مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کی ''خلافت وملوکیت'' منظر عام پر آئی۔ شیعی علماء اپنی تقاریر اور تحریر میں ۱۹۷۹ء سے پہلے کبھی بھی اسلامی حکومت جمہوریت کی بات بھی نہیں کرتے تھے۔ یہ تو ایران کے انقلاب کے بعد سے ہندوستان میں شیعی علماء نے اسلامی حکومت وجمہوریت کی بات کرنی شروع کی ہے۔ صرف دین کی بات کرو، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج اور انہیں بنیادوں تک مسلمانوں کو محدود رکھا گیا۔ سیاست کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ حکومت انگریزوں کی ہو، فرانسیسیوں کی ہو، ملوکیت ہو اس سے ہمیں کوئی مطلب نہیں۔ مسلم سلاطین ونوابین اور ان کے آقاؤں یعنی فرمانروایانِ انگلینڈ وامریکہ کی خواہش بھی یہی تھی کہ مسلمان اسلام کے بنیادی اصولوں کی پیروی آزادی کے

ساتھ کریں اس میں انھیں کہیں رکاوٹ پیش نہ آئے لیکن سیاست اور حکومت سے انھیں دور رکھا جائے اور اگر یہ سیاست یا حکومت میں دخل دیں یا کچھ حکم عدولی کریں تو انھیں کچل دیا جائے۔ پلاسی کی جنگ میں جب انگریزوں نے سراج الدولہ کو قتل کردیا اور اس کی حکومت پر قبضہ کرلیا تو اس کا ایک امام باڑہ تھا جس میں محرم کی عزاداری ہوتی تھی ۔ اس کو بھی انگریزوں نے سیل کردیا اور اس وعدے پر کھولا کہ دوران عزاداری کوئی شخص سراج الدولہ کا نام اپنے لب پر نہ لائے برطانوی حکومت کی اس شرط کو مسلمانوں نے مان لیا۔ ابھی امریکہ اور انگلینڈ نے عراق پر قبضہ کیا تو ۲۰ رصفر کو یعنی امام حسینؑ کے چہلم کے موقع پر مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کربلا میں موجود تھی اورانہوں نے آزادی کے ساتھ چہلم کی رسومات ادا کیں۔ لیکن جب عراقی عوام عراق میں عراقیوں کی حکومت کا سوال یا امریکیوں اور انگریزوں کے عراق سے واپس جانے کے لئے نعرہ لگاتے ہیں تب عراقیوں کی ساری آزادی ختم کردی جاتی ہے۔ بات صرف اسی حد تک محدود نہیں رہتی بلکہ رمس فیلڈ ایران سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ عراق سے دور رہے۔ حیرت انگیز بات ہے کہ ایران جس کا عراق کے ساتھ مذہبی ثقافتی اور پڑوسی کا رشتہ ہے اس سے تو ان کو علیحدہ رہنے کو کہا جارہا ہے اور امریکی و برطانوی فوجی جس کا عراق سے کسی بھی قسم کا رشتہ نہیں وہ وہاں اپنی حکومت قائم کرنے کا میدان بنارہے ہیں۔

امام خمینیؒ کا یہ تاریخی کارنامہ ہے کہ انھوں نے ایران سے امریکی اثرات اور شہنشاہیت کو ختم کردیا۔ اور اسلامی جمہوری نظام کو جس کو عالم اسلام کی اکثریت کالعدم قرار دے چکی تھی آپ نے نہ صرف تحریر وتقریر کی حد تک بلکہ ایران میں اس کی بنیاد ڈال کر ثابت کردیا کہ اسلامی حکومت کا منصوبہ جس کے بانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ہر دور میں قابل عمل ہے۔ امام خمینیؒ کے اس عمل نے پوری دنیا میں انقلاب برپا کردیا جس کے نتیجے میں مغربی اور مشرقی طاقتوں پر ایک زلزلہ ساطاری ہوگیا۔ اور نہ صرف غیر مسلم حکمراں ، بلکہ مسلم حکمراں بھی اس نظریہ کو اپنے لئے خطرہ محسوس کرنے لگے۔ اسی پالیسی کے تحت بقول امام خمینیؒ

''امریکہ کے حکم ومدد سے صدام تکریتی نے ایران سے جنگ شروع کردی'' تاکہ اسلامی جمہوریہ کے تصور کو شروع ہی میں ختم کیا جاسکے۔ امریکہ اور صدام حسین نے ایران سے ۱۹۷۹ء سے ہی اپنے تعلقات کو ختم کرلیا۔ خود کو جمہوریت کی علمبردار بتانے والی امریکی حکومت ایران کے شہنشاہ وآریامہر کی دوست تھی لیکن ایران میں جمہوریت کے قیام کے بعد ایران کی دشمن بن گئی۔

اسلامی جمہوریہ کی تعریف امام خمینیؒ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں'' اسلام اور اسلامی حکومت ایک الٰہی دین ہے جو اپنے نفاذ کی صورت میں فرزندان اسلام کے لئے دنیا وآخرت کی سعادت کے اسباب بہترین طریقہ سے فراہم کرسکتی ہے اور اس میں اتنی قوت وتوانائی موجود ہے کہ ہر طرح کی جارحیت ،فساد ،ظلم وتعدی اور لوٹ کھسوٹ پر خط بطلان کھینچ کر انسان کو ان کے مقصود اعلیٰ کو پہونچادے'' اس کی مزید وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں ''اسلام ایک ایسا دبستان ہے جو غیر توحیدی دبستانوں کے برخلاف تمام فردی ، سماجی ، مادی ، معنوی، ثقافتی ، سیاسی عسکری اور معاشی امور میں دخیل اور ان کی نگرانی کرتا ہے اور انسان اور معاشرہ کی تربیت اور اس کی مادی اور معنوی ترقی میں موثر چھوٹے سے چھوٹے نکتے کو بھی نظر انداز نہیں کرتا ہے۔''

لیکن ۶۶۱ء کے بعد سے بیسویں صدی تک علماء اور صوفیاء نے اسلام کے اس پہلو کو اجاگر کرنے کے بجائے اسلام کو صرف بنیادی عبادات مثلاً نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج تک محدود کردیا۔ خود ہندوستان میں سلاطین دہلی، مغل بادشاہ اور بعد میں نوابین کے دور میں ملوکیت کے اصول پر عمل کرکے حکومت قائم کی گئی۔ اسلام کی سیاسی فکر پر علماء کی خاموشی کے ساتھ ساتھ مسلم عوام بھی اسی بات کے حامی بن گئے مسلم عوام کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ دین اسلام عبادت کے ذریعہ جنت الفردوس کا حقدار بناتا ہے اس کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے نتیجے میں مسلم حکمراں محفوظ ومامون ہوگئے۔

امام خمینیؒ اس سلسلے میں اپنی امید کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں'' امید ہے کہ اس

کے نورانی پرتو سے تمام اسلامی ممالک جگمگا اٹھیں گے اور تمام ممالک اور قومیں اس زندگی ساز مسئلہ میں تفاہم کرکے تاریخ کے مجرموں اور دنیا کو ہڑپ کرنے والی طاقتوں کی دسترس سے دنیا کے ستم رسیدہ اور مظلوم افراد کو قیادت تک کے لئے محفوظ کرلیں گی'' امام خمینیؒ کا خیال تھا کہ ایران میں واقع ہوئے اس اسلامی انقلاب سے دوسرے اسلامی ممالک جگمگا اٹھیں گے۔ مجھے یہاں اسلامی ممالک کی اصطلاح سے اختلاف ہے اس لئے کہ ان تمام ممالک کی سیاسی بساط موروثی ملوکیت اور جاگیردارانہ نظام پر قائم ہے لہٰذا ہم ان ممالک کو مسلم ملک تو کہہ سکتے ہیں لیکن اسلامی ممالک نہیں۔ اس لئے کہ ان ممالک کی سیاست، سماج، معیشت سب میں ظلم وزیادتیاں رہی ہیں اور اسلام انصاف پسند سیاست اور حکومت کا علمبردار ہے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ زیادہ تر مسلم ممالک نے ایران میں واقع ہوئے انقلاب اور اس کے بعد اسلامی جمہوریہ کے قیام کو اپنے لئے خطرہ تصور کیا۔ اور بجائے جگمگانے کے وہاں بلیک آؤٹ کردیا گیا تاکہ اسلامی جمہوریت کے جراثیم ان کے ملکوں میں نہ پہونچ جائیں اور ان کی موروثی بادشاہت کو ختم نہ کردیں۔

آپ اپنی وصیت میں اسلام کی مخالفت کررہے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ''کبھی کھلم کھلا اور علی الاعلان یہ کہتے ہیں کہ: اسلامی قوانین جو چودہ سو سال قبل وضع ہوئے تھے، عصر حاضر میں ملکوں کا انتظام چلانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ یا یہ کہ: اسلام ایک رجعت پسند دین ہے جو ہر نئی اور مظہر تمدن چیز کا مخالف ہے اور اس دور میں کوئی ملک، عالمی تہذیب اور اس کے مظاہرے سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا۔ افسوس صد افسوس اس دوسرے قسم کے پروپگنڈے نے بعض علماء اور اسلام سے بےخبر دین داروں پر اس حد تک اثر ڈالا ہے کہ وہ حکومت و سیاست میں مداخلت کو گناہ اور فسق سمجھنے لگے تھے اور شاید آج کچھ اسی طرح کا تصور رکھتے ہوں اور یہ وہ عظیم المیہ ہے جس سے اسلام دوچار تھا'' جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ ہندوستان کے بعض علماء کی چودھویں صدی عیسوی میں یہی رائے تھی کہ اسلامی قوانین ملکوں کا انتظام چلانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ علماء نے اسلامی نظام حکومت کی طرف

سے خاموشی اختیار کررکھی تھی۔

ہندوستان میں شاہ بانو عدالتی معاملہ کے دوران یہ بات بحث کا حصہ رہی اور سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد باقاعدہ پارلیمنٹ سے قانون پاس ہوا کہ طلاق کے بعد وہی پوزیشن رہے گی جو مسلم پرسنل لاء میں لکھی ہوئی ہے۔لیکن ایران میں نکاح نامہ میں لڑکی صاحب اختیار ہے کہ وہ نکاح نامہ میں اس شرط کو رکھ سکتی ہے کہ اگر اس کی شادی ۱۹۸۰ء میں ہوئی اور ۲۰۰۰ء میں طلاق دی تو ۱۹۸۰ سے ۲۰۰۰ تک یعنی بیس سال تک کی مدت میں تمام کمائی ہوئی رقم ، جائداد بینک میں جمع رقم کا آدھا حصہ زوجہ کو ملے گا اور آدھا شوہر کو ۔ ایران میں نکاح نامہ کی اس تبدیلی نے مغربی دانشوروں کے اسلام پر اس الزام کی تردید کردی کہ اسلام ایک رجعت پسند دین ہے۔ امام خمینیؒ نے ایران میں ایسی راہ دکھائی جس میں اسلام کے انصاف کے قانون کی روشنی میں بیسویں صدی میں جدید راہیں ہموار ہوسکتی ہیں اپنے وصیت نامہ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں'' کوشش کریں کہ (فقہ میں) نظریات تخلیقات تحقیقات بحث وگفتگو اور وقت نظر میں دن بہ بدن اضافہ ہوتا رہے'' ایک اور جگہ فرماتے ہیں'' پیہم کوششوں اور پوری توجہ کے ساتھ رفتہ رفتہ عدلیہ میں بنیادی تبدیلی لائیں۔'' لیکن ہندوستان کے شیعی علماء نے اپنا الحاق ابھی تک اسی پرانی سمجھ سے رکھا ہے اس لئے کہ ہندوستان میں شیعی علماء نے طلاق کے سلسلے میں ایران کے اس ترقی پسند قانون پر کوئی بات نہیں کی ہے بلکہ بالکل خاموش ہیں کوئی شیعی عالم ایران کے اس جدید قانون کا تذکرہ اپنی تقریر میں نہیں کرتا۔

امام خمینیؒ فرماتے ہیں'' دوسرا گروہ جو شیطانی منصوبہ رکھتا ہے اور اسلام کو حکومت و سیاست سے جدا سمجھتا ہے ان نادانوں کو یہ بتادینا چاہئے کہ قرآن کریم اور رسول خداؐ کی سنت میں جتنے احکام سیاست وحکومت کے سلسلے میں پائے جاتے ہیں اتنے احکام کسی اور موضوع سے متعلق ذکر نہیں ہوئے ہیں۔ میں اس وصیت نامہ میں صرف اشارہ کرتے ہوئے گذر رہا ہوں لیکن امید رکھتا ہوں کہ مصنفین مورخین اور سماجیات کے ماہرین مسلمانوں کو اس غلط تصور

سے نجات دلائیں گے اور جو کچھ کہا جارہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو صرف معنویات سے سروکار ہے اور دنیاوی حکومت وسیاست مردود و مذموم ہے۔ انبیاء ۔ اولیاء اور دیگر مذہبی عظیم ہستیاں اس سے اجتناب کرتی ہیں۔ اور ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے ۔ یہ لائق افسوس اشتباہ ہے جس کا بنیادی مقصد اسلامی قوموں کو تباہ و برباد کرنے اور خونخوار سامراجیوں کے لئے راہ ہموار کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے'' اپنی اس فکر کی مزید وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں'' حکومت حق وہ چیز ہے جس کے قیام کے لئے سلیمان بن دادہ پیغمبر اسلامؐ اور آپ کے عظیم الشان اولیاء کے مانند افراد کوشش کرتے رہے ہیں اور وہ اہم ترین واجبات میں شمار ہوتی ہے او اس کی تشکیل عظیم ترین عبادات سے ہے۔ چنانچہ صحت مند سیاست جو ان حکومتوں میں پائی جاتی تھی ضروری اور لازم ہے۔'' مسلمانوں میں یہ تحریک ساتویں صدی کے آخر سے شروع ہوئی اور علماء نے اس میں اہم کردار ادا کیا۔ مسلم عوام سے کہا گیا کہ ہمارا کوئی تعلق سیاست یا حکومت سے نہیں رہنا چاہئے بلکہ ہمارا تعلق صرف عبادات سے ہے۔ حکمراں کی طرف ہمیں نہیں دیکھنا چاہئے ۔ اگر کہیں مسلم حکمرانوں کی شکایت عوام علماء یا صوفیاء سے کرتے تو جواب یہ ملتا کہ یہ تمہارے گناہوں کی سزا ہے۔ جب بنگال کے کچھ لوگوں نے شاہ معصوم کو خط کے ذریعہ بتایا کہ حاکم بنگال ہمارے اوپر بہت ظلم کررہا ہے تو شاہ معصوم جو شیخ احمد سرہندی کے صاحبزادہ اور خلیفہ تھے انھوں نے جواب لکھ دیا کہ یہ تمہارے گناہوں کی سزا ہے۔

کیونکہ مسلمان ۱۶۶۱ء سے موروثی بادشاہت کے زیر اثر رہے اور ایران بھی اس کا حصہ رہا۔ تو ایران کے عوام کو جمہوری راستے میں آنے والی دشواریوں کو سمجھاتے ہوئے امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ'' حکومت جمہوری اسلامی کو پیش آنے والی مشکلات کو دور کرنے میں جان ودل سے شریک رہئے اور انھیں دور کرنے کی کوشش کیجئے حکومت اور پارلیمنٹ کو اپنا سمجھئے اور ایک محترم وعزیز محبوب کی طرح ان کی حفاظت کیجئے۔'' آپ کو معلوم تھا کہ ۱۳۱۸ سال کی مسلمانوں میں قائم شدہ ملکویت ان کی سمجھ وفکر کا حصہ بن چکی ہے۔ اب جب بادشاہت کو

جمہوریت میں تبدیل کیا جائے تو ایک طرف سے اتنی مدت سے چلے آرہے نظام کو تبدیل کرنے میں دقتیں اور دشواریاں پیش آئیں گی اس لئے کہ عوام ہر تبدیلی سے گھبراتے ہیں۔ چاہے وہ شاہی نظام کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو۔ بقول شاعر

گئی خزاں تو بہاروں میں جی نہیں لگتا۔

شاہی نظام حکومت کو جمہوریت میں تبدیل کردنیا۔ کوئی آسان کام نہ تھا۔ ظاہر ہے مشکلات ضرور پیش آئیں کیوں کہ آزادی کی بھی قیمت ادا کرنی پڑی ہے۔ تو آپ لوگوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ان مشکلات سے گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کو حل کرنے کی ضرورت ہے اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب آپ حکومت اور پارلیمنٹ کو اپنا محبوب تصور کریں۔ امام خمینیؒ صرف ایران میں جمہوریت کے دفاع کی بات نہیں کرتے ہیں بلکہ آپ ہدایت فرماتے ہیں کہ'' طاغوتی حکومتوں کی، جولوٹ مار کرنے والی، ثقافت سے عاری، مطلق العنان اور تہی مغز حکومتیں تھیں اور ہیں، ہمیشہ مذمت کیجئے'' یہ بات بڑی اہم ہے کہ جو لوگ اسلامی جمہوری قدروں میں یقین رکھتے ہیں انکا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ موروثی بادشاہت، سلطنت اور مطلق العنان حکومتوں کی مذمت کریں۔ واقعہ کربلا کیا تھا؟ اسی موروثی ملوکیت کے خلاف ایک سخت احتجاج تھا۔ ہم واقعہ کربلا کی یادتو ہر سال حضرت امام حسینؑ کو خراج عقیدت پیش کرکے تازہ کرتے ہیں لیکن آج یزیدی اور طاغوتی طاقتوں کی مذمت کرنے میں نہ صرف کوتاہی کرتے ہیں بلکہ بہت پیچھے رہتے ہیں۔ جب ایسی طاقتوں کے خلاف احتجاجات دہلی میں ہوتے ہیں تو اس میں تمام فرقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی تعداد بہت کم اور شیعوں کی تعدادتو صرف چند اشخاص پر مشتمل ہوتی ہے۔

حالات کو دیکھتے ہوئے امام خمینیؒ نے وصیت فرمائی'' عزیز وغیرت مند نوجوانوں یونیورسٹی سے وابستہ علماء دین اور اسلامی علوم کے طلباء سے اپنے تعلقات دوستی اور تفاہیم میں مزید استحکام پیدا کریں اور غدار دشمن کی سازشوں اور منصوبوں سے غافل نہ ہوں'' یہ بڑی اہم

بات ہے کہ ہم مختلف دائروں میں بٹے ہوئے ہیں خاص طور سے یونیورسٹی کے اساتذہ کا کوئی تعلق علمائے دین سے نہیں رہتا۔ ہندوستان میں بھی یہی صورت ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے مواقع پیدا کئے جائیں جب دونوں ساتھ بیٹھ کر بات کریں تاکہ دونوں میں ایک رابطہ پیدا ہوسکے۔ اور تقسیم کرنے والی طاقتوں کو موقع نہ ملے۔ سرسید احمد خاں نے اس بات کی کوشش ایم ۔ اے۔ کالج میں دینیات کا شعبہ کھول کر کی تھی جو آج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں فیکلٹی دینیات کی شکل اختیار کرچکا ہے۔ لیکن سرسید کا پلان تھا کہ یونیورسٹی کے پروفیسر اور شعبہ دینیات کے علماء میں رابطہ پیدا ہو لیکن وہ بات پوری نہ ہوسکی ۔ امام خمینیؒ کا مقصد بھی یونیورسٹی کے پروفیسران اور علماء کے درمیان دوری کو دور کرنے کا تھا۔

ان طاقتوں نے بقول امام خمینیؒ ''ہمیں اپنی ترقیوں اور اپنی شیطانی طاقتوں سے اتنا مرعوب وخوف زدہ کردیا ہے کہ ہمارے اندر کسی تخلیقی کام میں ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں رہ گئی ہے۔''

ہم نے اپنا سب کچھ ان کے حوالے کرکے اپنی اور اپنے ملکوں کی قسمت ان کے ہاتھوں میں تھمادی ہے اور آنکھ کان بند کرکے ان کے حکم کے غلام اور مطیع وفرمانبردار بنے ہوئے ہیں۔'' آپ ان حالات کی اور ان کے وجوہات کی مزید وضاحت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔'' میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے ظاہر سی بات ہے ہمیں ماضی قریب کی طویل تاریخ خاص طور سے ان آخری صدیوں میں ہر قسم کی ترقی سے محروم رکھا گیا ہے۔ پہلوی خاندان کے خائن حکمرانوں اور خاص طور سے تشہیراتی اداروں نے ملکی پیداوار کے خلاف پروپگنڈے اور اپنے کو حقیر وناچیز باور کراکے ہمیں ہر قسم کی ترقی وکوشش سے محروم کردیا۔ ملک کی ترقی کی راہ میں روڑے اٹکانے کی غرض سے ہر قسم کی چیزوں کو درآمد کرنے کا دروازہ کھول دیا گیا۔'' اس میں شک نہیں کہ یہ طاقتیں نئی ٹکنالوجی میں ہم سے بہت آگے ہیں اور اتنے آگے ہیں کہ ہم انکا احاطہ بھی نہیں کرسکتے۔ اسی کے ساتھ یہ طاقتیں ان

ممالک کے عوام پر ایک نفسیاتی دباؤ پیدا کرتی ہیں کہ وہ فکری طور پر عجیب کیفیت میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور اس کا اکثر یہ اثر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان قوموں کو مرعوب ومفلوج کردیتی ہیں۔ اور ان قوموں کے لوگ ایک نفسیاتی غلامی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ تب کسی قوم پر شکست کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ میدان جنگ میں ہونے والی شکست اور ذلت آمیز شکست سے زیادہ کاری ہوتی ہے۔ اور اس کا احساس بھی نہیں ہوتا اس لئے کہ کوئی آدمی مرتا نہیں اور کوئی عمارت تباہ نہیں ہوتی۔ امریکہ اور انگلینڈ ان دونوں میں جنگ لڑرہے ہیں تاکہ پوری دنیا میں امریکہ کی حکومت ہو۔ ایران کے شہر بوشہر میں نیوکلیائی اسٹیشن بنانے میں روس تعاون کررہا ہے۔ روس نے کہا ہے ترقی یافتہ ممالک کو ان ملکوں کی مدد کرنی چاہئے جو عدم توسیع صادر کا احترام کرتے ہیں۔ امریکہ روس پر مسلسل اس بات کے لئے دباؤ ڈالتا رہتا ہے کہ وہ ایران کے ساتھ اپنا نیوکلیائی تعاون ختم کردے۔ اس کا مطلب ہوا کہ ہم ان طاقتوں کے مجبور ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں ایران کو آزادی ملی۔ اب آزادی کے بعد مختلف مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے ایران ۲۳ سال کا سفر طے کرچکا ہے لہٰذا اب ان ۲۳ سالوں میں ہوئے کاموں کا تجزیہ کرنا ہوگا۔ ایک اہم بات ہے تو یہ ہے کہ چاہے وہ ایران ،سعودی عرب، ہندوستان ، پاکستان ہو یا اور دوسرے ممالک ان ملکوں کے عوام کے ذہنوں میں یہ بات صاف ہوجانی چاہئے کہ جدید علوم کے خزانے انگریزی زبان میں شائع شدہ کتابوں میں ہیں اگر ہمیں ترقی کرنی ہے تو اس زبان کو سیکھنا ہوگا اس لئے کہ جدید علوم کے خزانوں سے عربی، فارسی، ہندی اور اردو محروم ہیں۔ لسانی عصبیت سے کام نہیں چلے گا۔ ورنہ قومیں ان علوم کے خزانوں سے محروم رہیں گی اور ترقی کی منزلیں طے نہیں کرسکیں گی۔

یونیورسٹی کے سلسلے میں انکا منصوبہ یہ ہے کہ جوانوں کو اپنے اقدار اور ثقافت وادب سے منحرف کرکے مشرق یا مغرب کی طرف موڑدیں اور حکومتی کارکنوں کو انہیں کے درمیان سے انتخاب کرکے ملکوں کی سرنوشت پر ان لوگوں کو مسلط کردیں تاکہ ان کے ذریعہ سے اپنی

من مانی کرتے رہیں'' ظاہر ہے کہ ان طاقتوں کو اپنی پالیسیوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے تعلیم کو ایک بڑے ہتھیار کی طرح استعمال کرنا ہے۔ جس مسئلہ کی طرف امام خمینیؒ نے اشارہ کیا۔ اسے ہندوستان میں ہم برٹش راج کے دوران دیکھ اور بھگت چکے ہیں کہ انگریزوں نے تعلیمی اصلاحات اور تعلیم کے احیاء کے نام پر ہندوستانی دماغوں کو بیہوشی کی دوا دے کر ہندوستانی ذہنوں کو بدل ڈالا۔ ہندوستانی تاریخ سے متعلق کو لونیل مورخین پیدا کئے جنھوں نے ہندوستان کی تاریخ، انگریزوں کے موقف کے مطابق لکھی۔ مثال کے طور پر سرجادو ناتھ سرکار کی ہسٹری آف اورنگزیب جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اس میں انگریزوں ہی کے قائم کردہ نظریات کی عکاسی نظر آتی ہے۔ مجھے اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ جب میں نے ۱۹۷۳ء میں ایم۔ اے۔ تاریخ کی ڈگری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے حاصل کی تب اپنے مشفق استاد پروفیسر سید نورالحسن صاحب سے کامن ویلتھ اس کالرشپ کے لئے مشورہ کیا تاکہ اس کے تحت پی ایچ ڈی کا کام کروں۔ انھوں نے ہدایت کی کہ پہلے ریسرچ ہندوستان میں مکمل کرلو اس کے بعد انگلستان جانا ورنہ ابھی سمجھ مکمل نہ ہونے کی صورت میں مغربی سمجھ وفکر کے مقلد ہو کر رہ جاؤ گے اور فکری آزادی کھو بیٹھو گے۔

امام خمینیؒ نے اپنے وصیت نامہ میں یونیورسٹی نظام میں بھی اصلاحات کی بات کی اس لئے کہ یونیورسٹیاں ہی کسی ملک کا دماغ ہوتی ہیں'' میں وصیت کرتا ہوں اس معاملہ میں جو آپ کے ملک کو خطرات سے محفوظ کرنے کا ذریعہ ہے جان ودل سے کوشش کیجئے اور یونیورسٹیوں کو بعد کی نسلوں کے سپرد کیجئے'' آپ کی خواہش تھی کہ ایران میں تعلیم عام ہو اس لئے کہ قوموں کو اگر کوئی چیز آگے لے جاسکتی ہے اور استحکام دلاسکتی ہے تو وہ علم ہی ہے۔ لہٰذا یونیورسٹیوں کا احیاء از حد ضروری ہے کسی ملک وقوم کی ترقی کا دارومدار دانشگاہوں اور علمی درسگاہوں پر ہی ہوا کرتا ہے۔

❁❁❁❁